بارھواں باب

آخرت کے وجوب پر ذہن سازی

آخرت کے وجوب پر ذہن سازی ضروری تھی یابنیادی عقیدہ توحید کی دعوت

۶۵ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ: زندگی بھر کی رائیگاں جانے والی تگ ودو
۶۶ سَعْيِهَا رَاضِيَةٌ: زندگی بھر کی سعی وجہد جس کی قیمت اٹھے گی
۶۶ اسلام کے عَلم بردار تبدیلی کے ٹھیکے دار نہیں!
۶۷ قیامت کو جھٹلانے والی قوموں کا انجام
۶۸ قیامت کے شروع ہونے کا منظر
۶۹ نیکوکار اور بدکار افراد کے درمیان تفریق
۷۱ کفّار کا اعتراض: قیامت کا عذاب آخر کب آئے گا؟
۷۳ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو اللہ اُن کی جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا!
۷۴ کائنات کے اجزا کے اندر ایک بے عیب ربطِ باہم
۷۵ مجرمین کے جہنم میں داخلے کا منظر
۷۶ زمین کا طبعی ماحول اگر انسان کے لیے ناساز گار ہو جائے تو!
۷۷ نبی کا کام قیامت کی تاریخ سے آگاہ کرنا نہیں ہے
۷۸ آخرت کی فکر کی جانب تذکیر
۸۰ کاروباری بددیانتی سے اجتناب کی تذکیر
۸۱ سجین اور علیین
۸۴ جب کفار نے اللہ کا حسب نسب اور ماہیت دریافت کی [نعوذُ باللہ]
۸۵ نبی کریم ﷺ کے دوسرے بیٹے کا انتقال

بارھواں باب

آخرت کے وجوب پر ذہن سازی

نبوت کا چوتھا سال اپنے وسط میں آ پہنچا، زمین پر بسنے والے سب سے بہترین عالی زبان و عالی دماغ اعلیٰ انسانی اوصاف [بہادری، غیرت، مہمان نوازی، سخاوت، سخت کوشی، اصولوں کی پاس داری] سے مزین مشرک عرب سرداروں کی نیندیں حرام تھیں۔ اس زمین پر پیدا ہونے والے انسانوں میں سب سے زیادہ حکیم و دانا، خلیق و ملنسار، بہادر و جری اور دھن کا پکا انسان، اللہ کا آخری نبی محمد ﷺ اپنے جسم و جان کی طاقت کی آخری رمق کے ساتھ اَنذار [ڈراوے] کی مہم برپا کیے ہوئے تھا۔ جس کا اُسے نبوت کے آغاز میں [دیکھیے جلد اول صفحہ ۷۵] سورۃ المدثر میں مَدَنِیَّۃٌ قُمْ فَاَنْذِرْ مَدَنِیَّۃٌ کے ذریعے حکم ملا تھا اور اُس کے بعد سورۃ الحجر میں واعرض عن المشرکین کے ذریعے مشرکین سے بغیر کسی مداہنت کے بت پرستی کے خلاف مہم چلانے کا بھی حکم ملا تھا، چناں چہ رسول اللہ ﷺ وحیِ اِلٰہی کی رہنمائی میں اِن دونوں کاموں میں تن دہی سے مصروف تھے۔ اِن دونوں کاموں [قیامت کی ہول ناکی یا بتوں کی نجاست کا بیان] میں سے کس کام کو دعوت کے اس مرحلے PHASE میں ترجیح اور نسبتاً زیادہ اہمیت حاصل ہو؟ اس بات کا فیصلہ خود باری تعالیٰ نے فرمایا، اور اس پورے سال [نبوت کے چوتھے برس] قرآن کے وہ اجزا روح الامین لے کر آپؐ کے پاس تشریف لاتے رہے جن کا مرکزی مضمون قیامت کی ہول ناکی تھا، آخرت کا ایک دوسرا پہلو بھی اس مرحلے میں [اگرچہ بہت زور دے کر اور نکھار کر نہیں] پیش کیا گیا کہ 'اگر دعوت قبول نہیں کرو گے تو پچھلی قوموں کی مانند اسی دنیا میں قیامت سے قبل ہی ذلیل ورسوا اور آخر کار نیست و نابود کر دیے جاؤ گے'

اللہ کا نبی دلوں کو دہلا دینے والے بولوں کے ساتھ آخرت کے ڈراوے پر مامور ہے اور وہ بھی اُس سحر انگیز شیریں زبان میں جس پر عرب کی فصاحت و بلاغت گنگ ہو جائے! آبشار کی مانند ایک کے بعد ایک قرآن کے معرکۃ الآرا اجزا لے کر جبریلِ امین آپؐ کے پاس آ رہے ہیں، آیئے مطالعہ کرتے ہیں کہ اللہ سے اور قیامت سے سب سے زیادہ ڈرنے والے انسان نے اللہ کا کیا کلام قیامت کی

انکاری، جاہلی تہذیب کی ماری اپنی قوم کو سنایا۔ ہر دور میں احیائے دین کے لیے اُٹھنے والی تحریکوں کے لیے ضروری ہے کہ تحریک میں شامل ہونے والے مبتدیوں کو اِن سورتوں کو یاد کرائیں اور اُن کے ذہنوں میں اِن کو جذب کرادیں، اللہ کے رسول ﷺ نے جبریلِ امین کی معیت میں یہی کام کیا تھا، اسی طریقے سے ہی صرف دین کا احیا ہو سکتا ہے۔

۲۹: سُوْرَةُ الْغَاشِيَة [۸۸— ۳۰:عمَّ]

سُوْرَةُ الْغَاشِيَه قرآن مجید کے معرکہ آرا اجزا میں سے ایک ہے۔ بنیادی طور پر یہ سورۃ نبی ﷺ کے مخاطبین کو اور اُن تمام انسانوں کو جو اس کا مطالعہ کریں یہ سمجھا رہی ہے کہ اس حیاتِ دنیا میں ساری زندگی کی سعی وجہد میں کام یابی کا معیار کیا ہے۔ بات قیامت کے تذکرے سے شروع ہوتی ہے اور سوال سامنے رکھتی ہے کہ شدید تھکا دینے والی زندگی گزارنے کے بعد حاصل کیا ہوتا ہے۔ کچھ اپنی نسل کے تسلسل کے لیے اولاد، کچھ جائداد اور کچھ دوسرے اچھے برے کارنامے جن سے آنے والے انسان فایدہ اٹھائیں گے یا نقصان بھگتتے رہیں گے، سوال یہ ہے کہ خود وہ انسان جو زندگی گزار کر دوسری دنیا میں چلا گیا وہاں کام یاب قرار پائے گا یا ناکام؟

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ: زندگی بھر کی رائیگاں جانے والی تگ ودو

> بسم اللہ الرحمن الرحیم اے لوگو! کیا تمھیں اُس آفت کی خبر پہنچی جو ہر چیز کو لپیٹ میں لے لے گی؟ وہ آفت تو قیامت ہے! آخرت سے غافل لوگوں کے چہرے اُس روز خوف زدہ ہوں گے، زندگی بھر سخت محنت ومشقت سے تھکے مارے ہوں گے مگر اُن کی رائیگاں سعی وجہد کا کوئی وزن نہیں ہو گا اُس روز وہ آگ میں جھلس رہے ہوں گے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ کھولتے اور اُبلتے ہوئے چشمے کا پانی انھیں پینے کو دیا جائے گا، کانٹوں والی سُوکھی گھاس سے بہتر کوئی کھانا اُن کے لیے نہ ہو گا، جو نہ اُن کے لیے صحت بخش ہو گا اور نہ ہی اُن کی بھوک مٹائے گا۔.............. [مفہوم آیات ۱ - ۷]

یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر اپنے مالک کی نافرمانی میں زندگی گزاری تو سارے کیریر، اعزازات، ڈگریاں، جائدادیں، اولاد اور شہرت واقتدار سب بے کار ہیں، تمام زندگی تھکا دینے والے اعمال کا کوئی وزن نہیں اُٹھے گا، اس کے بر خلاف کچھ دوسرے انسان ہوں گے جن کی سعی وجہد

مشکور ہوگی،اُن کا تذکرہ اگلی آیات میں ہے۔

سَعۡیِهَا رَاضِیَةٌ: زندگی بھر کی سعی وجہد جس کی قیمت اٹھے گی

اس کے برخلاف کچھ لوگوں کے چہرے اُس روز شاداں وفرحاں ہوں گے اِس لیے کہ اُن کی تگ و دو، سعی وجہد سے اُن کا رب راضی ہوگا، لِّسَعۡیِهَا رَاضِیَةٌ ۝٩ فِی جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۝١٠ لَّا تَسۡمَعُ فِیهَا لَاغِیَةً ۝١١ وہ زبردست عمدہ باغات میں ہوں گے، کوئی بے ہودہ بات وہاں نہ سُنیں گے، اُن کی جنتوں میں چشمے رواں ہوں گے، اور وہاں اُن کے شایانِ شان اُونچی مسندیں (نشتیں) ہوں گی، ساغر رکھے ہوئے ہوں گے، گاؤ تکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی اور نفیس فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔ جو لوگ آخرت کے اس تذکرے پر یقین نہیں لا رہے تو کیا انھوں نے اُونٹوں کو نہیں دیکھا کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھا کہ کیسے سروں پر تانا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھا کہ کیسے زمین میں جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھا کہ کیسے بچھائی گئی؟.................................... [مفہوم آیات ۸تا۲۰]

یہاں سے سورۃ ایک دوسرے موضوع کو چھیڑتی ہے وہ یہ کہ دعوت کے دور میں آپ کا کام دعوت پہنچانا ہے، بس اس سے زیادہ کچھ نہیں، جو لوگ اس خیالِ خام میں مبتلا ہیں کہ لوگ چاہے دعوت قبول کریں یا نہ کریں اُن پر زبردستی اسلامی نظامِ زندگی بزور قوت یا کسی دوسرے ناروا شارٹ کٹ سے تھوپ دیا جائے تو یہ خیال خام ہے، داعی کی ذمہ داری صرف بات پہنچانا ہے وہ اسلامی نظام زندگی کا یا نفاذِ شریعت کا ٹھیکے دار نہیں ہے۔

اسلام کے علَم بردار تبدیلی کے ٹھیکے دار نہیں!

اے نبی ﷺ آپ دعوت دیتے رہیں، آپ کا کام بس بات پہنچانا ہی ہے، آپ اُن پر ٹھیکے دار نہیں ہیں کہ منوا کر ہی چھوڑیں، فَذَكِّرۡ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَّسۡتَ عَلَیۡهِم بِمُصَیۡطِرٍ ۝٢٢۔

البتہ تمھارے مخاطبین یہ جان لیں کہ جو شخص اس دعوت سے منہ موڑے گا اور ہماری آیات کا انکار کرے گا تو اللہ اُسے اِس اعراض کی سخت سزا دے گا۔ اِن تمام لوگوں کو پلٹنا تو ہماری ہی طرف ہے، اُس موقع پر ان سے ان کے کرتوتوں اور انکار کی روش کا حساب لینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔...........

[مفہوم آیات ۲۱- ۲۶]..

۳۰: سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃ [۶۹— ۲۹: تَبٰرَكَ الَّذِیْ]

مسند احمد میں عمر بن الخطابؓ کی روایت ہے کہ اسلام لانے سے پہلے ایک روز وہ رسول اللہ ﷺ کو ستانے کے لیے گھر سے نکلے مگر وہ اُن سے پہلے کعبۃ اللہ میں داخل ہو چکے تھے۔ جب وہ پہنچے تو آپؐ نماز میں سورۂ الحاقہ پڑھ رہے تھے۔ وہ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر سننے لگے۔ قرآن کی فصاحت اور شانِ کلام پر دل ہی دل میں حیران تھے، خیال آیا کہ ٹھیک کہا جاتا ہے یہ شخص ضرور شاعر ہے۔ فوراً ہی رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ "یہ ایک رسول کریم کا قول ہے، کسی شاعر کا قول نہیں" عمر نے اپنے دل میں کہا شاعر نہیں، یہ تو کاہن ہے [کہ میرے دل کی بات کا جواب دے ڈالا!]۔ اسی وقت زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے: وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ "اور نہ کسی کاہن کا قول ہے۔ تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔ یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے" یہ سن کر عمر بن الخطابؓ کے دل میں اسلام جگہ پا گیا[18] ذیل میں اس سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃ کا آسان مفہوم درج ہے۔ دیکھیں رسول اللہ ﷺ نے روح الامین سے سن کر کس انداز کی کیا باتیں سنائی تھیں۔

قیامت کو جھٹلانے والی قوموں کا انجام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم 'ایک طے شدہ بات'، کیا ہے وہ 'ہو کر رہنے والی بات'؟ تم کیا جانتے ہو کہ وہ طے شدہ ہو کر رہنے والی بات 'کیا ہے۔ قومِ ثمود اور قومِ عاد نے اُس اچانک ٹوٹ پڑنے والی آفت، یعنی

طے شدہ ہو کر رہنے والی بات کو جھٹلایا۔ تو ثمود تو ایک سخت ہلا دینے والے حادثہ سے ہلاک کیے گئے۔ اور عاد ایک بڑے شدید ہوائی طوفان سے نیست و نابود کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن تیز ہواؤں کو مسلسل سات رات اور آٹھ دن اُن پر مسلّط رکھا۔ تم وہاں اگر ہوتے تو دیکھتے کہ اُن کی آبادیاں وہاں اِس طرح گری پڑی تھیں جیسے کھجور کے بوسیدہ تنے! اب کیا اُن میں سے کوئی تمھیں باقی بچا نظر آتا ہے؟

---

۱۸ اگرچہ کہ قبولِ اسلام میں خاصا وقت اور لگا، یہ چوتھے سال کا وسط ہے اور انھیں اسلام کی سعادت چھٹے سال کے بالکل آغاز میں ملی۔

اور جس طرح آج تم رسول کی دعوت کو مان نہیں رہے ہو اِسی طرح غرق ہو جانے والے فرعون اور اُس سے پہلے کے لوگوں نے اور تل پٹ ہو جانے والی بستیوں کے باسیوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تھا، ان سب نے اپنے رب کے رسول کی بات نہ مانی تو پروردگارِ عالم نے اُن کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔ فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ رَبِّهِمۡ فَاَخَذَهُمۡ اَخۡذَةً رَّابِيَةً۝ اور نوحؑ کا قصہ تو سب جانتے ہیں کہ جب پانی کا طوفان حد سے گزر گیا اور پہاڑ بھی ڈوبنے لگے تو ہم نے تم کو تمھارے جدِ اعلیٰ ثانی [نوحؑ] کے ساتھ کشتی میں سوار کر دیا تھا تاکہ یہ واقعہ تمھارے لیے ایک عبرت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اس کی یاد محفوظ رکھیں۔..[مفہوم آیات ۱-۱۲]

اس سے قبل اب تک جتنا قرآن مجید نازل ہوا اُس میں بس ایک جگہ فرعون کی جانب ہلکا سا اشارہ آیا تھا، یہ نزولِ قرآن میں پہلا موقع ہے کہ اتنی ساری گزری ہوئی قوموں [ثمود، عاد، فرعونِ مصر، الٹی بستیوں (قومِ لوطؑ) کی بستیاں) اور قومِ نوحؑ)] کی تاریخ کا یکجا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ اِن تمام قوموں نے تہذیب و تمدن میں ایک مقام حاصل کیا اور اپنی بڑائی کے زعم میں، جیسا کہ مکہ کے سرداران مبتلا تھے، اللہ کے رسولوں کی بات نہ مانی تو اللہ نے اُن کو نیست و نابود کر دیا۔ اس تذکرے کے بعد قیامت کے شروع ہونے کا منظر اس طرح کھینچا جا رہا ہے کہ سننے والا اور تلاوت کرنے والا محسوس کرے کہ گویا قیامت واقع ہو رہی ہے اور دل پگھل جائیں۔

قیامت کے شروع ہونے کا منظر

جب وہ طے شدہ ہو کر رہنے والی بات واقع ہونا شروع ہو گی تو پھر پہلی مرتبہ صُور [عظیم کائناتی سائرن] میں پھونک مارنے کے ساتھ زمین اور پہاڑوں کو [اس پورے نظامِ شمسی اور اُس جیسے لاتعداد، نہ جانے کتنوں کو بھی] اُٹھا کر ایک ہی چوٹ میں توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، اُس روز وہ طے شدہ واقعہ پیش آ جائے گا۔ اُس دن آسمان پھٹے گا اور اس کی طنابیں (شامیانے کو کس کر رکھنے والی رسّیاں) ڈھیلی پڑ جائیں گی۔ فرشتے اس کے ہر جانب ہوں گے اور آٹھ فرشتے اُس روز تیرے رب کا عرش اپنے اُوپر اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اُس دن تم لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جاؤ گے، وہاں تمھارا کوئی راز نہ چھُپ سکے گا۔..[مفہوم آیات ۱۳- ۱۸]

اللہ تبارک و تعالیٰ مخاطبین کے سامنے دو نمونے رکھ رہے ہیں ایک وہ جو قیامت پر ایمان لائے اور دوسرے وہ جنھوں نے اُس کا انکار کیا، تاکہ اہلِ مکہ اور آنے والے ہر دور میں اِس کلام کو سننے والے انتخاب کرلیں کہ وہ اپنا شمار کس نمونے پر پسند کرتے ہیں۔

نیکوکار اور بدکار افراد کے درمیان تفریق

وہاں جس کا نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ خوشی خوشی کہے گا" لو دیکھو میرا نامۂ اعمال، میں اِس طے شدہ دن پر ایمان لایا تھا اور جانتا تھا کہ مجھے ضرور حساب سے دوچار ہونا ہے۔ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ﴿۲۰﴾ چناں چہ وہ من پسند عیش و آرام میں ہوگا، بڑی شان دار جنتوں میں جس کے پھلوں کے گچھے جُھکے پڑ رہے ہوں گے۔ صاحبِ ایمان و کردار لوگوں سے کہا جائے گا، بے فکری سے کھاؤ اور پیو اپنے اُن اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں اُس دنیاوی زندگی میں کیے تھے۔

....[مفہوم آیات ۲۴ - ۲۶]

تصویر کا ایک دوسرا رخ یہ ہے کہ ہمارے رسولوں کی دعوت کے ہر انکاری کو جس کا نامۂ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ دُہائی دے گا "کاش میری کار گزاریوں کا یہ دفتر مجھے نہ دکھایا گیا ہوتا، اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش، اُس دنیا میں میری موت بس میرا خاتمہ ہوتی اور یہ طے شدہ دن جس کا میں انکار کرتا رہا کبھی نہ آتا! میرا مال واسبابِ دنیا آج میرے کچھ کام نہ آئے۔ میری ساری طاقت اور سیاست و وِزارت اور اقتدار، خطابات، وردیاں، سینے پر سجائے جانے والے بیجز اور اونچے عہدے ختم ہوگئے۔ یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ﴿۲۹﴾ حکمِ باری تعالیٰ ہوگا: خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ﴿۳۱﴾ کہ پکڑو اِس ناب کار انکاری کو اور اِس کی گردن میں موٹا لوہے کا پٹّا ڈال دو، پھر اسے جہنّم میں جھونک دو، پھر اِس کو ستّر ستّر میٹر لمبی کڑیوں سے بنی زنجیروں سے جکڑ دو۔ یہ ناہنجار نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ لہٰذا آج نہ یہاں اِس کا کوئی دوست، غم خوار ہے اور نہ زخموں کی پیپ اور اُن کے دُھوون کے سوا اِس مردود کے لیے کوئی دوسرا لنچ یا ڈنر، یہ ان خطاکاروں کے شایانِ شان ہے اور اِن کے سوا کوئی اور شخص اس 'اسپیشل کھانے'

کو نہیں کھاتا۔.................................[مفہوم آیات ۲۵ - ۳۷]

آگے وہ آیات آرہی ہیں جن کو سن کر جاہلیت میں عمر بن الخطاب نے آپؐ کو پہلے شاعر پھر کاہن گمان کیا اور آخر کار قرآن کی سچائی اور محمد ﷺ کی محبت کا بیج دل میں نمو پا گیا۔ ان آیات کے آخر میں موضوع آخرت سے ہٹ کر دعوتِ توحید کی جانب آگیا ہے، فرمایا جارہا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر شرک کی نجاست سے پاکی کا اعلان کریں۔ تسبیح کے معانی ہی یہ ہیں کہ سبحان اللہ تعالیٰ عما یشرکون۔

یہ قرآن کسی شاعر یا کاہن کی باتیں نہیں! اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ

ان کے سارے مزعومات غلط ہیں، میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی جن کا تم ادراک رکھتے ہو اور اُن کی بھی جن کا نہیں رکھتے، ہماری یہ کتاب، قرآن ایک بڑے مرتبے والے رسول کی زبان مبارک سے ادا ہو رہی ہے کسی شاعر کی شاعری نہیں ہے، تم لوگ کیوں مانتے نہیں ہو۔ یہ کسی کاہن کی باتیں نہیں ہیں ،کیا تم غور کرتے ہو؟ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے، اور اگر ہمارے سچے اور برحق نبی نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اِس کا سیدھا بازو گرفت میں لے کر اس کی رگِ گلو کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی ہمیں اِس کام سے نہ روک سکتا۔ دراصل یہ قرآن متقیوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آج نبی کے مخاطبین میں سے کچھ لوگ کفر اور مخالفت پر جم گئے ہیں، ایسے کافروں کے لیے یہ قرآن مایوسی اور حسرت و یاس لے کر آیا ہے۔ جان لیا جائے کہ جو کچھ یہ قرآن بیان کر رہا ہے سو فی صد حق ہے۔ پس اے نبیؐ، اپنے بلند و بالا اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام کی پاکی بیان کرو کہ وہ ہر طرح کے شرک سے پاک ہے جو یہ کافر اُس کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ [مفہوم آیات ۳۸-۵۲]

۳۱: سُوْرَۃُ الْمَعَارِجِ [۷۰— ۳۰:عَمَّ]

کفار رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے کہ اگر تم سچے ہو اور تمھیں جھٹلا کر ہم عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں جس سے تم صبح شام ہم کو ڈراتے رہتے ہو تو آخر لے آؤ نا وہ عذاب اور آخر وہ قیامت کب آئے گی جس کا تم بہت ڈھنڈورا پیٹتے ہو؟؟ یہ ساری کی ساری سورۃ کفار کی اسی بیہودہ بکواس کے جواب میں ہے۔ آج بھی بڑے بڑے سیکولر نام نہاد دانش ور اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں، اُن کے جواب

کے لیے یہی آیات بہت ہیں۔

کفّار کا اعتراض: قیامت کا عذاب آخر کب آئے گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کیسی عجیب بات ہے کہ عذاب کے انکاریوں نے عذاب کی صداقت کی شہادت کے لیے خود عذاب ہی کو مانگا ہے، کافر سن لیں کہ اُن پر عذاب تو آکر رہے گا، کوئی اُس کو روکنے اور ٹالنے والا نہیں سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ لَیۡسَ لَہٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ یہ اللہ بزرگ و برتر کی جانب سے آئے گا جو کبریائی اور عروج کی رفعتوں کا مالک ہے۔ فرشتے اور جبریلِ امین اُس کے دربار میں اِن رفعتوں کے زینے چڑھ کر ایک دن میں پہنچ پاتے ہیں ایک ایسا دن جس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ پس اے نبیؐ، صبر کرو، باوقار صبر۔ یہ لوگ یومِ آخرت کو دور گمان کرتے ہیں جب کہ ہم اُسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ اِنَّہُمۡ یَرَوۡنَہٗ بَعِیۡدًا ۙ﴿۶﴾ وَّ نَرٰىہُ قَرِیۡبًا ؕ﴿۷﴾ وہ عذاب اُس روز ہوگا جس روز آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی مانند ہوگا اور پہاڑ رنگ برنگ کے دُھنکے ہوئے اُون کی طرح۔ [مفہوم آیات ۱ - ۹]

فرمایا جا رہا ہے کہ قیامت، جس کا یہ مذاق اڑا رہے ہیں اور اسے جلد لے آنے کا مطالبہ کر رہے ہیں، بڑی سخت چیز ہے، اُس دن اِن مذاق اڑانے والوں کا بہت برا حال ہوگا۔ انسان اُس وقت اللہ کی پکڑ سے بچنے کے لیے اپنے بیوی بچوں، عزیز رشتہ داروں کو تو کیا اگر اس کے لیے ممکن ہو تو ساری دنیا تک کو فدیہ میں دے ڈالنے کے لیے تیار ہو جائے گا مگر نہ بچ سکے گا۔ جن لوگوں نے دنیا میں دعوتِ حق سے منہ موڑا ہے اور مال و دولت جمع کرنے اور جائدادیں بنانے سمیٹ سمیٹ کر اور سینت سینت کر رکھنے میں زندگی بھر مصروف رہے وہ جہنم کے مستحق ہوں گے۔

عذاب سے بچنے کے لیے اُس دن آدمی اپنے بیوی بچوں اور ساری املاک کو دینے پر تیار ہوگا!

اُس روز کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست کو نہ پوچھے گا حالاں کہ وہ ایک دُوسرے کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا، اور زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کو فدیہ میں دے کر بچنا چاہے گا۔ یَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ یَفۡتَدِیۡ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِئِذٍۭ بِبَنِیۡہِ ﴿ۙ۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِہٖ وَ اَخِیۡہِ ﴿ۙ۱۲﴾ وَ فَصِیۡلَتِہِ الَّتِیۡ

تُئْوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ---- گمان کرے گا کہ یہ تدبیر اُسے عذاب سے نجات دلا دے گی۔ ہر گز نہیں۔ وہ تو بھڑکتے ہوئے شعلوں کی لپیٹ ہو گی جو گوشت پوست کو چاٹ جائے گی، ** ہر اُس دنیا اور سرمایہ پرست انسان کو پکار پکار کر اپنی طرف بلائے گی * جس نے حق سے منہ موڑا اور پیٹھ پھیری، مال جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔ ...[مفہوم آیات ۱۰ - ۱۸]

* احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر بھی نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے

** آج کل اس کیفیت کو Ultra Violet Rays/X-Rays کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔

اگلی آیات میں آگاہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن فیصلہ صرف اور صرف عقیدے اور اخلاق و اعمال کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ نماز کی ادائیگی ایمان اور اسلام سے وابستگی کا اظہار ہے یہ نجات کی شرطِ اوّل ہے مگر صرف نماز نہیں اس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہ اعلیٰ انسانی اوصاف بھی گنوائے ہیں جو انسان کی نجات کا ذریعہ ہیں۔ یہ آیات آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل بھی مکہ میں اسلام کے علم برداروں کی شناخت کا چارٹر تھیں اور آج بھی ہیں، معاشرے میں جو تحریکات اسلام کا احیا چاہتی ہیں انھیں بہت سارے کاموں سے قبل پوری مسلم سوسائٹی میں ان اوصاف کو مسلمانوں کے درمیان پیدا کرنے کی تحریک چلانی چاہیے، کم از کم احیائے دین کے علم اُٹھانے والے ان اوصاف کے ضرور حامل ہوں تب ہی یہ ممکن ہو گا کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قایم ہو سکے۔

انسان تھڑ دلا ہے سوائے باکردار مؤمنین کے

انسان جلد باز اور کم ظرف پیدا کیا گیا ہے، جب کوئی مصیبت آتی ہے تو جلد گھبرا جاتا ہے اور جب اسے خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو اترانے لگتا ہے۔ مگر ایمان لانے والے بس صرف وہی لوگ اس خامی سے بچ پاتے ہیں جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں، جن کے مالوں میں سائلوں اور ناداروں کا ایک حصہ مقرر ہوتا ہے، جو یومِ جزا پر یقین رکھتے اور اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں کہ اُن کے رب کا عذاب تو چیز ہی ایسی ہے جس سے کوئی کیوں بے خوف ہو، جو اپنی جنسی خواہش کو صرف اپنی ازواج یا اپنی مملوکہ خواتین تک محدود رکھتے ہیں، کہ جن تک محدود ہونے پر اُن کو کوئی ملامت نہیں، مگر جو لوگ اس کے علاوہ مزید آگے نکل جائیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، جو امانت دار، اپنے عہد کا پاس کرنے والے، اپنی گواہیوں میں سچائی برتنے اور اپنی نماز کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ان عالی

اوصاف کے حامل لوگ عزت کے ساتھ آخرت میں جنّت کے باغوں میں رہیں گے۔ ....

[مفہوم آیات ۱۹ - ۳۵] ....

آخر میں مکہ کے ان کفار کو جو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر آپؐ کا مذاق اڑاتے تھے دھمکی دی جارہی ہے کہ اگر تم نے بات نہ مانی تو اللہ تعالیٰ تمھاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نصیحت کر رہے ہیں کہ اِن مذاق اڑانے والوں کو خاطر میں نہ لائیں منکرین کے لیے ایک بُرا انجام انتظار کر رہا ہے، جس کا نقشہ قرآن نے انتہائی پراثر انداز میں کھینچا ہے۔

اگر یہ اہلِ مکہ ایمان نہیں لاتے تو اللہ اُن کی جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا!

پس اے ہمارے نبیؐ، دوزخ اور جنت کا تذکرہ تم سے سن کر یہ منکرین تمھارا مذاق اڑانے کے لیے چاروں طرف سے تمھارے پاس دوڑے چلے آرہے ہیں۔ کیا ہر کوئی یہ لالچ رکھتا ہے کہ وہ ہماری نعمت بھری جنتوں میں داخل کیا جائے گا؟ ہر گز نہیں، ان میں ایسی کیا خوبی ہے؟ ہم نے جس حقیر بوند سے اِن کو پیدا کیا اُسے یہ خود جانتے ہیں، ان کی کیا حقیقت کہ انھیں جنتوں میں داخل کیا جائے!

میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ اگر یہ ایمان کی دعوت کو ٹھکرا دیں تو ان کو نیست و نابود کر کے اِن کی جگہ ان کے شہر میں اِن سے بہتر لوگ لے آئیں اور اللہ سے جیت جانے والا کوئی نہیں ہے۔ پس اے محمد ﷺ ان مخالفینِ حق کو اپنی بے ہودہ باتوں اور اپنے دل پسند مشغلوں میں پڑا رہنے دو یہاں تک کہ وہ دن آجائے جس کا اِن سے وعدہ کیا جارہا ہے، تم دیکھو گے کہ یہ کفار قبروں سے نِکل کر اِس طرح پریشان دوڑ رہے ہوں گے جیسے اپنے بُتوں کے استھانوں کی طرف دوڑتے ہیں، اُس روز اِن کی نظریں شرم و ندامت سے جھکی ہوں گی، ذلّت اِن پر طاری ہو گی۔ یہ وہ دن ہو گا جس کا اِن سے وعدہ کیا گیا ہے اور جس کا یہ مذاق اڑا رہے ہیں۔ ....

[مفہوم آیات ۳۶ - ۴۴] ....

☆☆☆☆

۳۲: سُوۡرَةُ الۡمُلۡك [۶۷: اُنتیسواں پارہ]

اس سورۃ میں سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ اس عظیم کائنات کے اجزا کے اندر ایک بے عیب ربطِ باہم Synchronization کو اس کائنات کے خالق کی قدرت اور حکمت کی دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں۔فرمایا جارہا ہے:

کائنات کے اجزا کے اندر ایک بے عیب ربطِ باہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بڑی بابرکت اور عظیم ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں کائنات کی بادشاہی ہے،اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔اُسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ انسانوں کا امتحان لے کر دیکھے کہ اُن میں سے کون زیادہ اچھے کام کرنے والے ہیں،اور وہ زبردست بھی ہے اور معاف کرنے والا بھی ہے۔وہ اللہ ہی ہے جس نے ایک کے اوپر ایک سات آسمان بنائے۔تم رحمٰن کی بنائی ہوئی چیزوں میں کسی قسم کا نقص یا بے ربطگی نہ پاؤ گے۔غور کرو،دیکھو کہیں قدرت کے کارخانے تمھیں کوئی ذرا سا بھی نقص نظر آتا ہے؟ بار بار اس سارے نظام کا تجزیہ کرو،پوری کائنات کے اجزا میں کوئی بے ہنگمی Contradiction/ Incompatibility تلاش کرنے میں تمھارا دماغ ماؤف ہو جائے گا تمھاری دور بین اور باریک بین نگاہیں آخر کار نامراد پلٹ آئیں گی۔ہم نے نچلے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے سجایا ہے اور انھیں شیاطین کو مار بھگانے کے لیے سنگ باری کا ذریعہ بنا دیا ہے۔اِن شیطانوں کے لیے شعلہ زن آگ ہم نے تیار کر رکھی ہے۔..[مفہوم آیات ۱- ۵]

اگلی آیات میں روزِ قیامت اللہ کی آیات اور اُس کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت کو جھٹلانے والوں کو جہنم میں کافروں کو پھینکے جانے کا ہول ناک منظر بیان کیا گیا ہے،جہاں مجرمین خود اپنے قصوروں کا اعتراف کریں گے۔

مجرمین کے جہنم میں داخلے کا منظر

محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت کو ٹھکرا کر جو لوگ اپنے رب سے کفر کر رہے ہیں اُن کے لیے نارِ جہنّم کا عذاب ہے اور وہ بہت ہی بُرا گھر ہے۔جب اِن انکاریوں کی ٹولیاں اس میں جھونکی جائیں گی تو وہ دوزخ کے دَھاڑنے کی ہول ناک چنگھاڑ سُنیں گے وہ تو شدّتِ غضب سے جوش کھا رہی ہوگی اور پھٹی جاتی ہو گی۔ہر بار جب مجرمین کی کوئی ٹولی اُس میں لائی جائے گی،دوزخ پر مامور اہل کار اُن بدنصیب لوگوں سے

پوچھیں گے ''کیا تمھارے پاس آج کے دن سے ڈرانے والا کوئی رسول نہیں آیا تھا؟'' وہ کہیں گے '' ہاں، ڈرانے والا رسول آیا تھا، مگر ہم نے اسے جھٹلادیا اور کہا اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے، تم بڑی گمراہی میں ہو۔'' مزید ان کی زبانوں سے بے ساختہ نکلے گا ''کاش ہم سُنتے اور سمجھتے تو آج اِس نارِ جہنم کا ایندھن نہ بنتے۔'' یوں وہ اپنے جرم کو خود قبول کر لیں گے، لعنت ہے ان جہنمیوں پر! ....
....[مفہوم آیات ۶- ۱۱]

محمد ﷺ کے مخاطبین اور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبیؐ کے ذریعے اپنی کتاب میں کہہ رہے ہیں کہ اللہ تمھارے دل کے اندر جنم لینے والے خیالات تک سے واقف ہے۔ لہٰذا اِنسان اس اَن دیکھے خالق و مالک کی پکڑ سے ڈر کر برائی سے بچے۔ تقابل کے طور پر آگے اہلِ جنت کا تذکرہ آرہا ہے۔

جو لوگ اپنے مالک سے ڈرتے ہیں جس کو انھوں نے کبھی نہیں دیکھا، اُن کے لیے بالیقین مغفرت ہے اور بڑا اجر۔ تم خواہ چپکے سے بات کرو یا بلند آواز سے اللہ کے لیے برابر ہے، وہ تو دلوں تک کا حال جانتا ہے۔ سوچو کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟ جب کہ وہ دور بین بھی ہے اور باریک بین بھی ساتھ ہی یہ کہ وہ باخبر ہے۔......................................[مفہوم آیات ۱۲ - ۱۴]

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ اس زمین اور اس کے ماحول کی طرف جس کو اللہ ہی نے انسانی زندگی اور اُس کی ضرورتوں کے لیے سازگار اور کافی بنایا ہے، توجہ دلاتے ہیں کہ اگر اس کو حد درجے سازگار بنانے والا اِس ماحول اور انتظام کو ذرا سا ناسازگار کر دے تو تم کہیں کے نہ رہو گے۔ کیا یہ دلیل اتنی کافی نہیں کہ تم مالک کی طرف پلٹ آؤ اُس کے رسولوں کی بات تسلیم کر لو اور شکر گزار اور فرماں بردار بن کر زندگی گزارو! اِن آیات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ دو قسم کے انسانوں کے 'طرزِ زندگی' کو بھی دکھا رہے ہیں۔

زمین کا طبعی ماحول اگر انسان کے لیے ناسازگار ہو جائے تو!

وہی تو ہے جس نے کائنات میں اس سیارے [زمین] کو تمھارے لیے ایک فرماں بردار اونٹنی کی مانند تابع کر رکھا ہے، اس کے سینے پر چلو، اللہ کا دیا رزق اور سارا سامانِ زندگی اِسی زمین میں سے حاصل

کرو۔اللہ ہی کی جناب میں مرے پیچھے دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔ کیا تمھیں اِس کا کوئی ڈر نہیں کہ آسمانوں میں عرش بریں تمھیں زمین میں دھنسادے اس عالم میں کہ یکایک یہ زمین بگٹٹ دوڑی جا رہی ہو؟ کیا تمھیں اِس کا کوئی ڈر نہیں کہ وہ جو آسمان میں ہے تم پر پتھر برسادے؟ تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ میری پکڑ کیسی ہوتی ہے۔[آج یہ مکہ میں اے محمدؐ تمھیں جھٹلا رہے ہیں]اِن سے پہلے گزری قومیں بھی اللہ کی آیات کو جھٹلا چکی ہیں۔ پھر دیکھ لو میری پکڑ کیسی سخت تھی۔ کیا لوگ فضا میں پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے؟ رحمٰن کے سوا کون ہے جو انھیں معلق اور تھامے رکھتا ہے، وہی ہر چیز کا نگران ہے۔ بتاؤ، آخر وہ کون سی طاقت ہے جو رحمٰن کے مقابلے میں تمھاری مدد کر سکے؟ دراصل یہ منکرین دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو پھر بتاؤ، کون ہے جو تمھیں سامانِ زندگی دے سکے اگر رحمٰن اپنا ہاتھ روک لے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نافرمانی اور بغاوت پر تل گئے ہیں۔ بھلا سوچو، جو آدمی اوندھا منہ کیے چل رہا ہو وہ زیادہ صحیح راستہ پر ہے یا وہ جو سیدھے طریقے سے چل رہا ہو؟ اِن سے کہو اللہ ہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، تم کو سماعت اور بصارت بخشی اور سوچنے سمجھنے والے دل و دماغ دیے، مگر تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔.......................... [مفہوم آیات ۱۵ - ۲۳]

نبی ﷺ سے اہلِ مکہ گردنیں ہلا ہلا کر اور مذاق اڑا کر پوچھا کرتے تھے کہ وہ قیامت آخر کب آئے گی جس کی تم دُہائی دیتے ہو، اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ نبی کا کام اُس کے آنے سے آگاہ کرنا ہے نہ کہ وہ اُس کی تاریخ اور وقت بتائے۔

نبی کا کام قیامت کی تاریخ سے آگاہ کرنا نہیں ہے

اِنھیں بتاؤ کہ اللہ ہی ہے جس نے انسانوں کو زمین میں ملکوں ملکوں پھیلا دیا ہے اور اسی کی طرف وہ پلٹائے جائیں گے۔ یہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ قیامت کی دھمکی کب پُوری ہو گی؟ کہو اِس کا صحیح علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، میں تو بس قیامت سے آگاہ کرنے والا ہوں۔ پھر جب یہ اُس گھڑی کو آتا دیکھ لیں گے تو انکار کرنے والوں کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ پھر اُس وقت صدا ہو گی کہ یہ ہے وہ چیز جس کے لیے تم تقاضہ کر رہے تھے۔ .... [مفہوم آیات ۲۴ - ۲۷]

نبی ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کے لیے کفار مکہ کی بد دعاوں اور آپؐ کے متبعین کے

لیے گردشِ زمانہ کی خواہشوں کے جواب میں فرمایا گیا کہ ہدایت کی طرف بلانے والے خواہ ہلاک ہوں یا بچ جائیں اس سے آخر تم اپنی کم بختی کو کیسے ٹالو گے ؟

ہدایت کی طرف بلانے والے خواہ ہلاک ہوں یا بچ جائیں کفار کہاں جائیں گے ؟

اِن سے پوچھو کہ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے، کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ اِنھیں بتاؤ کہ وہ بڑا رحیم ہے، اُسی پر ہم ایمان لائے ہیں، اور اُسی پر ہمارا بھروسا ہے، جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کھلی گمراہی میں کون پڑا ہوا ہے۔ اِن سے پوچھو کہ بتاؤ اگر تمھارا یہ پانی زمین میں اُتر جائے تو کون ہے جو تمھیں صاف شفاف پانی نکال کر لادے! ....

[مفہوم آیات ۲۸ - ۳۰] ....

آج کے دور میں اس آیت کا مطلب و مفہوم واضح تر ہو کر دنیا کے سامنے آیا ہے۔ آج ماہرین اس خدشے کا اظہار کر رہے ہیں کہ پانی کے بڑھتے ہوئے استعمال سے اور بارشوں کی کمی کے باعث زیرِ زمین پانی کی سطح خطرناک حد تک نیچے جا سکتی ہے۔ صاف شفاف پانی کا یہ عظیم الشان ذخیرہ 'زندگی' کے لیے قدرت بہت بڑا عطیہ ہے۔

☆☆☆☆

۳۳: سُوۡرَۃُ الِانۡشِقَاق [۸۴ — ۳۰:عَمَّ]

آخرت کی فکر کی جانب تذکیر اس سورۃ کا بنیادی موضوع تذکیرِ آخرت ہے۔ ابتدائی آیات میں انتہائی پر اثر انداز میں قیامت کے واقع ہونے کا نقشہ کھینچا گیا ہے [جس طرح پچھلے سال سورہ انفطار میں] ایسا پُر اثر نقشہ کہ جسے سن کر دل اور آنکھیں رقیق ہو جائیں۔ اِن آیات کا حاصل یہ ہے کہ اے انسان تو لمحہ بہ لمحہ موت کی جانب رواں ہے۔

جس وقت آسمان پھٹ جائے، اپنے مالک کے حکم کی تعمیل میں،....... اُس کو حکم کی تعمیل ہی زیبا ہو گی !....... اور اسی طرح اپنے رب کے حکم کی تعمیل زمین کو بھی واجب ہو گی کہ جو کچھ اس کے اندر مدفون ہے [مردہ انسان اور ہر طرح کے خزانے اور چیزیں]، وہ اُسے نکالے اور باہر پھینک کر، تن کے بالکل ہموار ہو جائے۔ زمین کو یہی زیبا ہو گا کہ رب کے حکم کی تعمیل کرے! پس اے زمین و

آسمان کے مقابلے میں ناچیز انسان، تیرا ہر فرد شاہ و گدا ہو یا پیر و جواں کشاں کشاں موت کی جانب، اپنے رب کی طرف چلا جارہا ہے اور اُس سے ملنے والا ہے! یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶
[مفہوم آیات ۱ - ۷]

اس کے بعد آگاہ کیا گیا ہے کہ سارے انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک، وہ جن کو اُن کی زندگی کا ریکارڈ سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ کسی سخت حساب کے بغیر معاف کر دیے جائیں گے، اُن سے آسان حساب لیا جائے گا، فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸۔

نبی ﷺ نے امی جان عائشہؓ سے فرمایا کہ دعا کرو کہ آسان حساب لیا جائے، آپؓ نے تعجب کیا اور کہا کہ حساب تو حساب ہوتا ہے، آسان حساب کیا؟ آپ ﷺ نے بتایا کہ جس بندے سے زندگی کے ہر چھوٹے بڑے کام کا تفصیلی حساب (detailed scrutiny) لیا گیا وہ تو مارا گیا، جس شخص سے معمولی پوچھ گچھ ہوئی یعنی آسان حساب ہوا وہ چھوٹ گیا [مفہوم حدیث] دوسرے وہ جن کا ریکارڈ پیٹھ کے پیچھے سے تھما دیا جائے گا۔ وہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے، مخاطبین کے سامنے کل بھی جب شہرِ مکہ میں اپنی نبوت کے چوتھے سال محمد ﷺ کمر سے پکڑ پکڑ کر لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے کوشاں تھے اور آج کے مادہ پرستانہ دور میں بھی ....انسانی گروہوں کے یہ دونوں نمونے اللہ نے رکھے ہوئے ہیں، ہر انسان کے سامنے ایک سوال ہے کہ وہ دن جب واقع ہو جائے تو کون کس گروہ میں شامل ہونا چاہے گا؟ کہ ہر انسان کو عمر کے مختلف مرحلوں سے گزرتے ہوئے اللہ کے پاس واپس تو جانا ہی ہے، جواب ابھی سوچ لیا جائے!

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ پھر جس شخص کو اُس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا، اُس سے آسان سا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں کے پاس شاداں و فرحاں پلٹے گا۔ اور وہ جس کا نامۂ اعمال اُس کو پیچھے سے تھمایا جائے گا تو وہ موت کی تمنا کرے گا اور شعلہ زن آگ میں جا پڑے گا۔ دنیا کی زندگی میں وہ اپنے گھر والوں میں مگن رہتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اسے کبھی ہمارے پاس پلٹنا ہی نہیں ہے۔ ارے اُس کا خیالِ خام! اُس کا مالک و پالن ہار اُس کی زندگی کی ایک ایک ادا کو دیکھ رہا تھا۔
فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶ پس آفاق میں ہونے والی ایک ایک چیز گواہی دیتی ہے کہ جس طرح علی الصبح سورج کی آمد کی نوید لیے درجہ بدرجہ شفق پھوٹتی ہے اور سورج کو اگل دیتی ہے، آتی ہوئی

اور گہری ہوتی رات جو درجہ بدرجہ انسانوں اور جانوروں کو اُن کے مسکنوں کی طرف سمیٹتی جاتی ہے، اور چاند کہ شب بہ شب باریک دھار سے بڑھتا ہے اور چاندی کا ایک گول طشت بن جاتا ہے، اسی طرح اے انسانو! تم کو ضرور حالتِ طفولیت سے جوانی، پیری، ضعیفی اور ناتوانی کی حالتوں سے درجہ بدرجہ گزرتے ہوئے ہمارے پاس چلے آنا ہے۔ پھر اس سب مشاہدے کے باوجود لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن سنایا جاتا ہے تو سجدہ میں نہیں گر پڑتے؟ (آیتِ سجدہ) [مفہومِ آیات ۷ - ۲۱]

سورۃ کا اختتام اس حیرت اور استعجاب پر ہے کہ نبی ﷺ کے مخالفین سجدہ گزاری کے بجائے جھٹلانے میں تیزی دکھا رہے ہیں، اُن پر لطیف طنز ہے کہ 'خوش خبری' دو، ایک الم ناک عذاب کی اور ساتھ ہی ایمان لانے والوں اور پھر ایمان لا کر اعمالِ صالحہ پر کاربند لوگوں کو لازوال نعمتوں کی!

اے رسول، بجائے سجدہ گزاری کے یہ منکرین تو اُلٹا آپ کو جھٹلاتے ہیں! در آں حالے کہ جو کچھ یہ اپنی زندگی کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ اچھا! تو ان کو ایک درد دینے والے عذاب کی 'خوش خبری' دے دو۔ ہاں جو لوگ توحید و آخرت کی حقیقت کو تسلیم کر رہے ہیں [ایمان لا رہے ہیں] اور نیک اعمال پر کاربند ہیں ان کے لیے لامتناہی اجر ہے۔............ [مفہومِ آیات ۲۲ - ۲۵]

۳۴: سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِيْن [۸۳ — ۳۰:عَمّ]

کاروباری بددیانتی سے اجتناب کی تذکیر

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نبوت کے چوتھے سال میں نازل ہوئی ہے۔ جب ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ کے کچھ لوگوں میں ناپ تول میں کمی کی عادت کو محسوس کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے یہ دس سال قبل نازل ہوئی سورۃ اُن کو یاددہانی کے لیے سنائی جس سے ان کے معاملات درست ہو گئے، مدینے میں کی گئی اس یاددہانی سے بعض مفسرین کو گمان گزرا کہ یہ سورۃ مدنی ہے، یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

انسان کے اندر ودیعت کردہ یہ فطری خواہش ہے کہ جب وہ کوئی چیز خرید رہا ہو اُس کے ساتھ عدل ہو، ناپ تول میں کوئی کمی نہ ہو، جس خالقِ کائنات نے یہ خواہش ودیعت کی ہے آخر وہ کیوں نہ عدل کرے گا اور اس عدل کے لیے ضرور ایک موقع آنا چاہیے جہاں ہر انسان کے اعمال کے مطابق

اُس کو جزاوسزاملنی چاہیے۔آخرت پراِس اندازِ دلیل کے موقع پر ابتدائی آیات میں اُن لوگوں کو تنبیہ بھی کی گئی ہے جوناپ تول اور دیگر کاروباری معاملات میں اپنے لیے توعدل چاہتے ہیں مگر جب موقع ملتاہے تودوسروں کے ساتھ ناانصافی کر گزرتے ہیں۔

دوآسانی سے سمجھ میں آنے والی باتیں ہیں: اوّلاًاللہ تعالیٰ کاانسانوں کے دلوں میں اپنے معاملات کے اندردوسروں سے اپنے لیے عدل وانصاف کی فطری خواہش ودیعت کرنا،خودالٰہ العالمین پرایک یومِ عدل کوواجب کرتاہے ثانیاًناپ تول میں کمی کرناآخرت سے غفلت کا نتیجہ ہے۔یوں فطری خواہش بھی اور نفس کے بہکاوے میں فطرت سے گریزدونوں ہی آخرت اور قیامت پر دلیل بنتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بُراہوڈنڈی مارنے والوں کاجب دوسروں سے لیں توچاہتے ہیں کہ پوراپوراناپ اور تول ہو مگر جب دوسروں کو دینے کی باری آتی ہے توناپ تول میں کمی کرنے کی خواہش ہوتی ہے کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ مرنے کے بعدایک عظیم دن یہ دوبارہ زندہ اُٹھا کرلائے جانے والے ہیں رب العالمین کے سامنے پیشی کے لیے!.................................[مفہوم آیات ۱ - ٦]

سجین اور علیین

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بدکار لوگوں کے اعمال کاریکارڈ علیحدہ آفس میں رکھاہے جس کانام سجین ہے اس میں تمام جرائم پیشہ (black listed)لوگوں کے نام اوران کے تمام کرتوت درج ہورہے ہیں آخرت میں ان کو سخت سزا سے دوچار ہوناہے۔

ان کا یہ خیال کہ ایسانہ ہوگا، بالکل غلط، یک سر غلط۔فاسقوں کے اعمال کاریکارڈ سجین میں ہوگا،کیا جانو کہ سجین کیا ہے؟آفس [دفتر] ہے فاسقوں کی ایک ایک ریکارڈ بک [recorded document] کا۔اُس روز تباہی ہے روزِ جزا کو جھٹلانے والوں کے لیے،اُس کو تووہی جھٹلاتے ہیں جو حد سے گزر جانے والے اور حق تلفی کرنے والے بدعمل ہیں۔اُن کوجب ہماری آیاتیں سُنائی جاتی ہیں توکہتے ہیں یہ تواگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔ہر گزایسانہیں جیسا یہ بک رہے ہیں،اصل بات یہ ہے کہ اِن لوگوں کے دلوں پر اِن کے بُرے کرتوتوں کے سبب زنگ چڑھ گیاہےاوریوں یہ اچھائی اور برائی میں تمیز کرنے اور حق کو تسلیم کرنے کے قابل نہیں رہے۔اِن کا یہ وہم وگمان بالکل غلط ہے کہ اُن کا یہ دنیاوی جاہ وجلال اور مقام

وحیثیت (status) ہمیشہ باقی رہے گا، ہر گز نہیں، ہر گز نہیں! بالیقین یہ روزِ جزا اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے، اِن پر نظرِ کرم نہ ہوگی اور انجام کار یہ جہنّم میں جا پڑیں گے، پھر ان کو جتلایا جائے گا کہ یہ وہی یومِ آخرت ہے جس کا تم انکار کرتے تھے۔............... [مفہومِ آیات ۷ - ۱۷]

اسی طرح نیک لوگوں کے اعمال کا ریکارڈ علیحدہ آفس میں رکھا ہے جس کا نام علیین ہے یہ بلند پایہ نیک اور صالح انسانوں کا ریکارڈ ہے جس پر مقرب فرشتے مامور ہیں۔ حدیث کے مطابق اہلِ جنت کی ارواح علیین میں ہوں گی۔

اِن کا یہ وہم و گمان غلط، بالکل غلط کہ یہ صالح، مگر کم حیثیت و کم مایہ ہمیشہ دبے دبائے اور ایسے ہی بے حقیقت رہیں گے، ہر گز نہیں، بلاشبہ نیک لوگوں کے اعمال کا ریکارڈ علیحدہ آفس میں رکھا ہے جس کا نام علیین ہے۔اور تمھیں کیا خبر کہ یہ علیین کیا ہے نیک اور صالح انسانوں کا ریکارڈ ہے جس پر مقرب فرشتے مامور ہیں۔ بے شک صالح بندے بڑے عیش میں ہوں گے، شایانِ شان اُونچی نشستوں پر بیٹھے سارے عالم کا نظارہ کر رہے ہوں گے، ان کے شاداب چہروں پر تم خوشی اطمینان اور آسودگی کو محسوس کر لوگے۔ان کو عمدہ ترین سر بمہر شراب پلائی جائے گی جس پر مُشک کی مہر ہوگی۔ یہ وہ کیریر ہے، وہ کامیابی ہے جس کی طلب میں مسابقت کرنے والوں کو مسابقت کرنی چاہیے۔اُس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ تسنیم؟ یہ تو جنت کا ایک چشمہ ہے کہ جس کے کنارے مقرَّب لوگ پاکیزہ شراب پئیں گے!.. [مفہومِ آیات ۱۸ - ۲۸]

نبوت کے اس چوتھے سال میں جب یہ آیات جبریلِ امین آپ پر القا فرما رہے تھے اُس وقت کے حالات ضرور پیشِ نظر رہیں، شہرِ مکہ میں نبی ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والے دنیاوی اعتبار سے بے مایہ تھوڑے سے لوگ اپنی دعوت کو سخت مخالفت کے درمیان پھیلانے کے لیے کوشاں تھے۔ مخالفین اور منکرین ان مومنین کا آنکھوں ہی آنکھوں میں، گلی کوچوں، بازاروں اور حرم میں مذاق اڑاتے کہ یہ ہیں ایک نئے دین [مذہب، تہذیب و تمدن] کے علم بردار جو عرب و عجم کی بادشاہی کے وارث بننے والے ہیں، یہ ہیں جو ایک ایسے آنے والے دن سے ہمیں ڈراتے ہیں جس میں ہمیں مر کر مٹی میں مل کر مٹی ہونے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا۔اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ یقین

دلا رہے ہیں کہ ایک دن یہ منظر الٹ جائے گا منکرین کو اس رویے کے انجام میں آخرت میں پچھتاوا اٹھانا پڑے گا اور پھر وہاں اہلِ ایمان، آخرت پر یقین رکھنے والے ان کو حالتِ ذلت و عذاب میں دیکھ کر اِن کی نادانی پر مسکرائیں گے۔

دنیا میں مجرمین، اہلِ ایمان کے حال پر ہنستے تھے، جب اُن کے پاس سے گزرتے تو کن انکھیوں سے اُن کی طرف اشارے کرتے تھے، اس کام سے انھیں اتنا مزہ آتا کہ اپنے گھروں کی طرف مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے، اور جب بھی انھیں دیکھتے تو کہتے کہ یہ بالکل گم راہ لوگ ہیں، حالاں کہ وہ اُن پر کوئی نگراں بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ آج روزِ قیامت اہلِ ایمان کُفّار پر ہنس رہے ہیں، شایانِ شان اُونچی نشستوں پر بیٹھے سارے عالم کا نظارہ کرتے ہوئے کُفّار کا بھی حال دیکھ رہے ہیں، کیوں پالیا نا، کافروں نے اپنی حرکتوں کا ثواب، خوب عمدہ! ....[مفہومِ آیات ۲۹ - ۳۶]

۳۵: سُوْرَۃُ الطَّارِق [۸۶— ۳۰:عَمَّ]

اس مختصر سورۃ میں یوں تو اس سال کے دوران نازل ہونے والی سورتوں کی مانند قیامت اور آخرت کی دلیل اور اُس کا احوال بیان ہوا ہے [اگرچہ مختصراً] مگر یہ ساتھ ہی دو نئے موضوعات کو بھی چھوتی ہے پہلی قرآن کے بارے میں کہ یہ قرآن جچی تُلی بات ہے، ہنسی مذاق نہیں ہے دوسرے یہ کہ نبی ﷺ کے مخالفین نے توحید، آخرت، رسالت اور قرآن کے خلاف جو شور و غوغا مچایا ہے اور جس طرح مذاق اُڑا رہے ہیں اُن کے بارے میں نبی ﷺ کو اطمینان بھی ایک انداز سے دلایا جارہا ہے اور ایک انداز سے کفار کو دھمکی بھی دی جارہی ہے کہ اِن کافروں کو ذرا اِن کے حال پر چھوڑ دو اللہ خود ان کی چالوں کے مقابلے میں ایک چال چل رہا ہے۔

گواہی دے رہا ہے آسمان اور رات کو نمودار ہونے والے۔۔۔ تم نے کیا گمان کیا کہ وہ رات کو نمودار ہونے والے کیا ہیں؟ چمکتے ہوئے تارے! گواہی دے رہے ہیں کہ کوئی جان دار ایسا نہیں ہے کہ اُس کو سامانِ زیست (ضروریاتِ زندگی) اور حفاظت مہیا کرنے کے لیے اللہ کی ذمہ داری نہ ہو۔ پھر ذرا انسان اسی بات پر غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو خالق پانی کے ایک قطرے سے انسان کو پیدا کرتا ہے جو جسم [پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان] سے اُچھلتا ہوا نکلتا ہے۔ یقیناً

وہ خالق اُسے آخرت میں دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اُس روز چھپے ہوئے راز پرکھے جائیں گے اُس وقت انسان کے پاس نہ زور ہوگا اور نہ ہی کوئی زور آور مدد کرنے والا! شاہد ہے بارش برسانے والا آسمان اور نباتات کو اُگنے کا موقع دینے کے لیے پھٹ جانے والی زمین کہ یہ قرآن ایک قولِ فیصل ہے، ہنسی مذاق نہیں ہے۔ منکرین، دعوتِ حق [مکہ میں جاری کش مکش] کو دبانے کے لیے کچھ چالیں چل رہے ہیں، اِن کافروں کو ذرا اِن کے حال پر چھوڑ دو اللہ خود ان کی چالوں کے مقابلے میں ایک چال چل رہا ہے! .... [مفہومِ آیات ۱ - ۱۷]

☆☆☆☆

جب کفار نے اللہ کا حسب نسب اور ماہیت دریافت کی [نعوذُ باللہ]

۳۶: سُوْرَةُ الْاِخْلَاص [۱۱۲– ۳۰:عَمَّ]

دورِ نبوت کا چوتھا سال اپنے نصف کی جانب آ لگا ہے۔ شہر مکہ میں محمد ﷺ اور اہلیانِ شہر سے جو مکالمہ اور مباحثہ جاری تھا اُس میں نبی ﷺ کی دلیلوں کا کوئی جواب کفار سے نہ بن پڑتا تھا وہ اِدھر اُدھر کی ہانکتے اور اوٹ پٹانگ سوالات کرنے لگتے۔ کہنے لگے یہ بتاؤ کہ اللہ کیا چیز ہے؟ سونے سے بنا ہے یا لوہے سے؟ اُس کا حسب نسب کیا ہے؟ [نعوذُ باللہ] جوابا روح الامین قرآن کی عظیم ترین سورۃ لے کر نازل ہوئے ہیں، قلب و نظر کی پوری توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① اَللّٰهُ الصَّمَدُ ② لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ③ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ④ کہو، وہ اللہ ہے، یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اور کوئی اُس کا ہم سر نہیں ہے۔

سادہ ترین اور آسان ترین لفظوں میں کفارِ مکہ کو اُن کے مشکل سوال کا جواب مل گیا، قدیم و جدید شرک کی تمام دیواروں کو گرا دینے والا جواب۔ صاف فرمایا جا رہا ہے وہ یکتا و یگانا ہے، اُس جیسا کوئی نہیں، اُس پر انسانوں کی مثالیں نہیں دی جاسکتی ہیں، وہ دور نزدیک سے سننے والا ہے، وہ سب سے بے نیاز ہے، کسی کا اُس پر ایسا زور نہیں چلتا کہ اُس کی مانے نہ بنے اور کوئی ایسا نہیں جس کی بات ٹالنے کا اُسے یارا نہ ہو۔ نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ ہی کسی نے اس کو جنا ہے یعنی نہ وہ کسی

کی ماں ہے ! عیسائیوں نے، جو یہ عقیدہ بنایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور یہودیوں کے بعض فرقے عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں، یہ باتیں بالکل غلط ہیں اور جن نادانوں نے یہ جانا کہ اللہ نے اپنے ہی آپ سے [یعنی اپنے نور سے] توڑ کر کسی کو پیدا کیا تو وہ بھی غلط اور گم راہی پر ہیں۔ اللہ جیسا کوئی نہیں۔ اُس کا ہم سر کوئی نہیں۔ یوں یہ سورۃ الاخلاص ذاتِ باری تعالیٰ کا انتہائی واضح اور جامع تعارف ہے جس سے زمانہ قدیم سے حال تک اور موجودہ زمانہ سے آنے والے تا قیامت تمام زمانے کے مشرکوں اور مشرکانہ فلسفوں کا ابطال بذریعہ سورۃ الاخلاص ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ توحیدِ باری تعالیٰ کے موضوع پر یہ مختصر سی سورۃ قرآن کی عظیم سورتوں میں شمار ہوتی اور اس کا کثرت کے ساتھ ذکر اور وِرد بڑا اجر و ثواب رکھتا ہے۔ آج جب مسلم اُمۃ شرق تا غرب اہلِ کتاب کی مانند (بلکہ بعض معاملات میں دورِ جاہلیت کے اہلِ مکہ سے بھی دو ہاتھ آگے) شرک کی غلاظت میں لت پت ہے یہی سورۃ اَذہان کا علاج ہے مگر اُس وقت جب ہمارے علم بردارانِ دین، قائدینِ تحریکاتِ اسلامی اور علمائے اکرام، دینِ اسلام میں عقیدۂ توحید کی اصل محوری اہمیت کو صحیح مقام دیں اور اس سورۃ کو محض تعویذوں اور پڑھ پڑھ کر پھونکنے کی حدود سے نکال کر قلوب واَذہان کے لیے حرزِ جاں بنا سکیں۔ ☆☆☆☆

نبی کریم ﷺ کے دوسرے بیٹے کا انتقال

جب نبی ﷺ کے دوسرے صاحبزادے عبد اللہ کا انتقال ہوا تو ابولہب کو اس قدر خوشی ہوئی کہ وہ دوڑتا ہوا قریش کے دیگر سرداروں کے پاس پہنچا اور انھیں یہ "خوش خبری" سنائی کہ محمد (ﷺ) ابتر (نسل بریدہ، جڑ کٹا) ہوگئے ہیں۔ اس خبر نے مخالفین اور معاندین کے کیمپ میں خوشی کی لہر دوڑا دی کہ عرب کے اُس معاشرے میں کسی انسان کا اولادِ نرینہ سے محروم ہونا بہت بڑا عیب اور محرومی جانا اور گنا جاتا تھا۔ اُن کم بختوں کا تو کہنا ہی یہ تھا کہ کیا یہی ایک یتیم و نادار رہ گیا تھا اللہ کو نبی بنانے کے لیے (نعوذُ باللہ)، اب اُن کے پاس کہنے کو ایک اور بات تھی، اس کے ماسوا وہ وقت کی چال کے منتظر تھے کہ وقت ایک چال چلے گا اور ایک دن محمد (ﷺ) کے مرنے کے بعد اس نئے دین کا کوئی والی وارث نہ ہوگا، یہ اللہ رب العالمین کی منصوبہ بندی تھی کہ یہ صرف ڈیڑھ دو سو کفار تھے جو آنے والے اٹھارہ سالوں میں کچھ غزوات میں اور کچھ اپنی موت آپ مر گئے باقی تمام آگے

پیچھے آپ کی زندگی ہی میں ایمان لے آئے اور جب آپؐ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے تو باوجوداس کے کہ کوئی آپؐ کی اولادِ نرینہ نہیں تھی مگر اس دین کو ڈیڑھ ہزار سال گزرنے پر آج تک والی وارثوں کا مسئلہ پیش نہیں آیا۔

دین کی دعوت کے نتیجے میں پہلے ہی انتہائی نامساعد حالات اور پھر اکلوتے بیٹے کی موت اور اس کے بعد لوگوں کا خوشی منانااور لوگوں میں بھی سب سے آگے آگے کون؟ دیوار لگا پڑوسی اور وہ بھی سگا چچا! ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال آپ ﷺ کے لیے شدید ذہنی اذیت کا باعث بنی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت بالغہ کے تحت تھا کہ آپ مَردوں میں سے کسی کے باپ نہ ہوں تاکہ بیٹے سے چلنے والی اولاد کے ذریعے امامت وامارت کی کسی آزمایش میں لوگ نہ پڑ جائیں، اللہ رب العالمین اس بات کو اپنے احسان کے طور پر قرآن میں بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور منصوبہ بندی اپنی جگہ لیکن انسان اور بندہ ہونے کے ناتے ظاہر ہے کہ اکلوتے بیٹے کی موت پر جو کچھ ایک باپ کے دل پر گزرتی ہے وہ آپ ﷺ کے دل پر گزری اور جس طرح پہلے بھی فطرۃ الوحی کے بعد آپ کی دل جوئی کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الانشراح اور سورۃ الضحیٰ نازل فرمائی تھیں اس مرتبہ آپ کو ایک انتہائی بڑے انعام سے نوازا گیا جس کا تذکرہ سورۃ الکوثر میں جبریل امین لے کر آئے۔

☆☆☆☆

۳۷: سُوْرَةُ الْكَوْثَر [۱۰۸— ۳۰:عمّ]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اے نبی ہم نے تمھیں کوثر عطا کر دیا۔ پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تمھارا دُشمن ہی جڑ کٹا [ابتر] ہے۔

کوثر سے مراد دو (۲) انعامات ہیں ایک مستقبل قریب میں اسی دنیا میں اور دوسرا آخرت میں۔ مستقبل قریب میں اسی دنیا میں جو چیز مراد ہے وہ زم زم کے کنوئیں اور اُس کے ساتھ تعمیر کی جانے والی عمارت کعبۃ اللہ ہے کہ جس کی تولیت عرب میں اقتدار کی نشانی ہے۔ یعنی یہ کفار اور معاندین جو آج تمھارے بیٹے کے مرنے پر خوشیاں منا رہے ہیں بہت جلد مغلوب ہو جائیں گے اور تمھارے

اقتدار کا [اسلام کا] جھنڈا یہاں گاڑ دیا جائے گا۔ آخرت میں جو چیز مراد ہے وہ جنت کا ایک چشمہ یا نہر ہے جو کسی بھی انسان کو دی جانے والی چیزوں میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اس سورۃ کے اترنے کے پانچ سال بعد جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو آسمانوں کی سیر و مشاہدہ غیب کے لیے بلایا تو آپ ﷺ کو جنت میں کوثر بھی دکھائی گئی۔ عرصہ ہائے دراز بعد مدینے میں جب دوسری دنیاوی کوثر [فتحِ مکہ مراد ہے] کے ملنے کا وقت قریب آ لگا تو آپؐ کو دوبارہ بشارت دی گئی[19]۔

انس بن مالکؓ سے امام احمدؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ابی شیبہؒ، ابن المنذرؒ، ابن مردویہؒ اور بیہقیؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں آپؐ پر کچھ اونگھ سی طاری ہوئی، پھر آپؐ نے مسکراتے ہوئے سرِ مبارک اٹھایا۔ چند روایات میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا آپؐ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ اور چند دوسری روایات میں ہے کہ آپؐ نے خود لوگوں سے فرمایا اِس وقت میرے اوپر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے۔ پھر یہ کہہ کر آپؐ نے سُوۡرَةُ الۡكَوۡثَر پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ نے پوچھا جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے۔ فرمایا: وہ ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے جنت میں عطا کی ہے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ سورۂ کوثر تو سالوں قبل آپؐ کے بیٹے عبداللہ کی وفات کے وقت نازل ہو چکی تھی اور نہرِ کوثر تو آپؐ کو معراج میں دکھائی بھی جا چکی تھی یہاں اس کے دنیاوی عکسِ کوثر کی بشارت کے لیے دوبارہ جبریلِ امین نے اس کو نازل فرمایا، متعدد سورتوں کا معاملہ اسی طرح ہے کہ ماضی میں نازل ہو جانے والی سورتیں دوبارہ جبریلِ امین نازل فرماتے تھے تاکہ درپیش معاملے پر رہنمائی ہو۔ مدینے میں سورۃ المطففین اور معوذتین اس طرح کے نزولِ ثانی کی مثالیں ہیں۔

ہم ذیل میں تفہیم القرآن سے اس سورۃ کی تفہیم کا ایک طویل پیراگراف نقل کر رہے ہیں اور جو قارئین مزید سمجھنا چاہیں اُن کو تدبرِ قرآن سے اس سورۃ کا مطالعہ کرنے کی سفارش کرتے ہیں۔

'آپ ﷺ نے قریش کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی تو قریش کے لوگ کہنے لگے: "محمد (ﷺ) اپنی قوم سے کٹ کر ایسے ہو گئے ہیں جیسے کوئی درخت اپنی جڑ سے کٹ گیا ہو اور متوقع یہی ہے کہ کچھ مدت بعد وہ سوکھ کر پیوند خاک ہو جائیں گے" [بحوالہ: ابن جریرؒ]۔

---

19 کوثر کے اس معانی کی تفصیل کے لیے تدبرِ قرآن کی جلد نہم میں سورہ کوثر کی تفسیر کا مطالعہ فرمائیے۔

محمد بن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ مکہ کے سردار عاص بن وائل سہمی کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتا: "اجی چھوڑو انھیں، وہ تو ایک ابتر (جڑ کٹے) آدمی ہیں، ان کی کوئی اولاد نرینہ نہیں، مر جائیں گے تو کوئی ان کا نام لیوا بھی نہ ہو گا"۔ شمر بن عطیہ کا بیان ہے کہ عقبہ بن ابی معیط بھی ایسی ہی باتیں حضور ﷺ کے متعلق کہا کرتا تھا۔[بحوالہ: ابن جریر]۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ کعب بن اشرف (مدینہ کا یہودی سردار) مکہ آیا تو قریش کے سرداروں نے اس سے کہا: "بھلا دیکھو تو سہی، اس لڑکے کو جو اپنی قوم سے کٹ گیا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ ہم سے بہتر ہے، حالاں کہ ہم حج اور سدانت اور سقایات کے منتظم ہیں[بحوالہ: بزار]۔

اسی واقعہ کے متعلق عکرمہ کی روایت یہ ہے کہ قریش والوں نے حضور ﷺ کے لیے "کمزور، بے یار و مددگار اور بے اولاد آدمی جو اپنی قوم سے کٹ گیا ہے" کے الفاظ استعمال کیے تھے حوالہ: ابن جریر۔ ابن سعد اور ابن عساکر کی روایت ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے صاحب زادے قاسم رضی اللہ عنہ تھے، ان سے چھوٹی زینب رضی اللہ عنہا تھیں، ان سے چھوٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ تھے، پھر علی الترتیب تین صاحبزادیاں ام کلثوم، فاطمہ اور رقیہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ ان میں سے پہلے قاسم کا انتقال ہوا، پھر عبد اللہ نے بھی وفات پائی۔ اس پر عاص بن وائل نے کہا کہ "اُن کی نسل ختم ہو گئی۔ اب وہ ابتر ہیں" یعنی ان کی جڑ کٹ گئی۔ بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ عاص نے کہا "محمد ابتر ہیں، ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے جو ان کا قائم مقام بنے، جب وہ مر جائیں گے تو ان کا نام دنیا سے مٹ جائے گا اور ان سے تمھارا پیچھا چھوٹ جائے گا"۔ عبد بن حمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے صاحبزادے عبد اللہ کی وفات پر ابو جہل نے بھی ایسی ہی باتیں کہی تھیں۔

شمر بن عطیہ سے ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کے اس غم پر خوشیمناتے ہوئے ایسے ہی کمینہ پن کا مظاہرہ عقبہ بن ابی معیط نے کیا تھا۔ عطاء کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے دوسرے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ کا اپنا چچا ابو لھب (جس کا گھر بالکل حضور ﷺ کے

گھر سے متصل تھا) دوڑتا ہوا مشرکین کے پاس گیا اور اُن کو یہ "خوش خبری" دی کہ "آج رات محمد لا ولد ہو گئے یا ان کی جڑ کٹ گئی"۔ یہ تھے وہ انتہائی دل شکن حالات جن میں سورۂ کوثر حضور ﷺ پر نازل کی گئی........ یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ آپؐ کی مخالفت کرنے والوں ہی کی جڑ کٹ جائے گی۔'

[تفہیم القرآن جلد ششم صفحہ ۴۸۹]

☆☆☆☆☆